اس سے بھی زیادہ ہوگا۔

سیاست دانوں کی جمہوریت سے وابستگی کی وجوہات

مذکورہ مذہبی رہنماؤں کے علاوہ بیشتر سیاست دان ایسے ہیں جو بہر حال مغربی طرزِ انتخاب کو سینے سے لگائے رکھنا چاہتے ہیں۔ اس کی وجوہات درج ذیل ہیں۔

۱۔ حقیقت یہ ہے کہ جمہوری نظام میں حاکمیت عوام کی نہیں ہوتی بلکہ ان پیشہ ور سیاست بازوں کی ہوتی ہے جو عوام کی رائے سے ہر وقت کھیلتے اور اپنا اُلّو سیدھا کرتے رہتے ہیں۔ اس نظام میں سیاسی مقتدرِ اعلیٰ (یا طاقت کا سرچشمہ) تو عوام کو کہا جاتا ہے لیکن جب وہ اپنا اختیار نمائندوں کو بذریعہ ووٹ منتقل کر دیتے ہیں تو ان کی منتخب شدہ ممبروں کی یہ پارلیمنٹ آئینی اقتدارِ اعلیٰ بن جاتی ہے۔

عوام کی اپنی رائے کچھ نہیں ہوتی نہ ہی وہ اہل الرائے ہوتے ہیں۔ ذرائع ابلاغ اور دولت کے وسائل پر قابض لوگ ان کی رائے کو بگاڑتے اور سنوارتے رہتے ہیں۔ عوام کی حیثیت اس خام مال کی ہوتی ہے جو چند سرمایہ داروں کو سیاسی اقتدارِ اعلیٰ سے اٹھا کر آئینی اقتدارِ اعلیٰ کے ایوانوں میں لا کھڑا کرتا ہے تاکہ وہ اپنی خواہشات کے مطابق قانون بنا سکیں اور اس مدت کے دوران عوام ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ البتہ آئینی اقتدار سے محروم سیاست دان چاہیں تو سیاسی اقتدارِ اعلیٰ یعنی عوام کو بیوقوف بنا کر آئینی مقتدرِ اعلیٰ کو مخصوص مدت سے قبل ہی ختم کر سکتے ہیں اور خود آئینی اقتدارِ اعلیٰ کی حیثیت اختیار کر سکتے ہیں۔ لیکن پیشہ ور سیاست بازوں کا ایک اور غول سیاسی مقتدرِ اعلیٰ (عوام) کو ایک بار پھر بے وقوف بنا کر نئے آئینی مقتدرِ اعلیٰ کا خاتمہ کر سکتا ہے۔ عوام کی حاکمیت اور اقتدارِ اعلیٰ کا تصور یہی ہے کہ وہ بار بار بیوقوف بنتے رہیں۔ تاکہ ان کی حماقت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انھیں ہر بار بے وقوف بنانے کا سلسلہ جاری رکھا جا سکے۔

یہی وہ جمہوریت کا دلچسپ کھیل ہے جس سے ہمارا سیاستدان بہر حال چمٹا رہنا ہی پسند کرتا ہے۔ پھر چونکہ عوام بے علم ہونے کے باوجود اسلام کے شیدائی ضرور ہیں۔ اس لیے وہ آیات کی تاویل کر کے اور واقعات کو اس طرح توڑ موڑ کر پیش کرے گا کہ جس طرف سے دیکھیں جمہوریت کے آئینہ میں اسلام ہی اسلام نظر آئے۔

۲۔ سیاست ایک منافع بخش کاروبار ہے۔ کوئی سیاست دان چند سالوں کے لیے نہ سہی چند دنوں کے لیے ہی کرسی اقتدار پر متمکن ہو جائے تو اس کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ وہ جائز و ناجائز ذرائع سے اس قدر سرمایہ اکٹھا کر لیتا ہے کہ پھر عمر بھر اسی سرمایہ سے سیاست بازی کا شوق آسانی سے پورا کرتا رہتا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے خوف کا تصور تک نہیں ہوتا۔

۳۔ بیشتر سیاسی رہنما بلکہ علماء کو بھی سرے سے اس بات کا علم ہی نہیں کہ مغربی جمہوریت اور نظام خلافت میں کتنا بعد ہے۔ مدت دراز سے اجتہاد کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ جب سیاستدان اور علمائے دین دورِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق اسلامی قوانین کو منطبق نہیں کر پاتے تو مغرب کے بنے بنائے نظام کو اسلامی اصولوں پر منطبق کرنے کی کوشش کرتے ہیں، تاکہ انھیں خود کچھ ذہنی کاوش نہ کرنی پڑے۔

۴۔ اکثر سیاست دانوں کو یہ خطرہ لاحق ہے کہ اگر فی الواقع اسلامی نظام آ جائے تو ان کے مفادات، اقتدار اور جاگیریں سب غیر محفوظ ہو جاتی ہیں۔ وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ ان کا سیاسی کاروبار اسلامی نظام کے نعرہ کے بغیر چل نہیں سکتا۔ لہٰذا اس نعرہ کی آڑ میں جمہوریت کو ہی عین اسلام یا اسلام سے قریب تر ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے وہ جمہوریت اور اسلامی نظام کے فرق کو واضح کر کے اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی مارنا نہیں چاہتے۔

۵۔ کچھ سیاست دان ایسے بھی ہیں جو بیرونی طاقتوں کے ایجنٹ ہیں اور بیرونی طاقتوں کا مفاد اسی میں ہے کہ مسلمان اسی لادینی سیاست میں الجھے رہیں اور ان طاقتوں کو ملک میں عمل دخل کا موقعہ ملتا رہے۔ اسی جمہوریت کے ذریعے وہ ملکوں پر دباؤ ڈالتے اور جب چاہتے ہیں کسی ملک کی حکومت کا آسانی سے تختہ الٹ دیتے ہیں۔ یہ ایجنٹ حضرات بھی چاہتے ہیں کہ جمہوریت کا ساغر چلتا رہے لہٰذا انھیں بھی اس طرز انتخاب کو عوام میں مقبول بنانے کے اسلام کا سہارا لینا پڑتا ہے۔

انہی عوامل کا یہ اثر ہے کہ بھرپور پروپیگنڈہ کے ذریعہ جمہوریت کو عین اسلام بنا کر پیش کیا جا رہا ہے اور اس پروپیگنڈہ میں حق کی آواز دب کر رہ گئی ہے۔

۴۔ خلافتِ راشدہ کی امتیازی خصوصیات

۱۔ اقتدارِ اعلیٰ

نظام خلافت میں مقتدر اعلیٰ خود اللہ تعالیٰ ہے۔ وہی ہر چیز کا مالک اور وہی قانون ساز ہے۔ ملت اسلامیہ اور انسانیت کی فلاح و بہبود کے بنیادی توانین اللہ تعالیٰ خود بذریعہ انبیاء انسانوں کو بتلاتا ہے۔ ایسی قانون سازی کا اختیار کسی نبی کو بھی نہیں ہوتا۔ جب کہ دوسرے تمام نظام ہائے سیاست میں مقتدر اعلیٰ کوئی ایک انسان یا ادارہ ہوتا ہے۔ ملوکیت اور آمریت میں یہ مقتدر اعلیٰ بادشاہ یا ڈکٹیٹر ہوتا ہے۔ جمہوریت میں سیاسی مقتدر اعلیٰ تو عوام ہوتے ہیں اور قانونی مقتدر اعلیٰ پارلیمنٹ۔ اقتدار اعلیٰ کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں۔ مثلاً،

فرانسیسی مفکر بودن (BODIN) اس کی یوں تعریف کرتا ہے:۔

"اقتدار اعلیٰ شہریوں اور رعایا پر ریاست کا وہ برتر اختیار ہے جو کسی قانون کا پابند نہیں ہوتا"

امریکی مصنف برجس (BURGESS) اس کی یوں تعریف کرتا ہے۔

"اقتدار اعلیٰ ہر فرد پر اور افراد کے تمام اداروں پر اصلی، حاوی، مطلق اور غیر محدود اختیار کا نام ہے"

اور فرانسیسی مفکر روسو (ROUSSEAU) اس کی تعریف یوں کرتا ہے۔

"اقتدار اعلیٰ مطلق، قطعی، ناقابلِ تقسیم اور ناقابلِ انتقال اختیار کو کہتے ہیں"

ان تعریفوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مقتدر اعلیٰ میں مندرجہ ذیل خصوصیات کا پایا جانا ضروری ہے:۔

وہ مطلق العنان ہو، مستقل بالذات ہو، جامع، منفرد حیثیت کا مالک، ناقابلِ تقسیم و ناقابلِ انتقال اور ناقابل زوال ہو۔

اور یہ تو ظاہر ہے کہ ان صفات کی جامع اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی انسان یا ادارہ نہیں ہو سکتا۔ بادشاہ یا آمر کے اختیارات کو ایسے بہت سے خارجی عوامل محدود کر دیتے ہیں جو اس کے قابو میں نہیں ہوتے۔ جمہوریت میں کسی ایک ادارے کے پاس حقیقی حاکمیت موجود نہیں ہوتی۔